"شرح الزرقانی علی الموطا" اور " آوجز المسالک الیٰ موطا امام مالک": منہجی و تقابلی مطالعہ

Sharh ul Zurqani ala al-Moatta & Aujaz ul Masalik ila Moatta Imam Malik:
A Methodological and Comparative Study

حافظ محمد شفیق☆

Abstract

Tarjamt ul kitab and Tarjamat ul bab means the explaination of the title of the book or chapter. In connection with a comperative study of methodology of the two books, It is also necessary to understand the comparesion of the methodology of tarjamat ul kotub. In sharh ul zurqani ala al moatta Imam Malik and Aowjaz ul Msalik, the differences and distinctions about the subject are found. However the most methods are common in the both books.

The article can be divided into three parts: the common methodologies,different methodologies and distinctions of the said interpretetions. It is observed that sharh ul zurqani has less details than aowjaz ul masalik.Sheikh Zurqani mostly has explained the title without courting any book or scholar while sheikh Kandlalvi has courted the others sharhin e hadith.Sharhul zurqani represents the malki school of thought while Aowjaz ul masalik represents hanfi school of thought. Zurqani mostly has explained the title without quoting any book or scholar while sheikh Kandlalvi has quoted the others sharhin e hadith.Sharh ul zurqani represents the malki school of thought while Aowjaz ul masalik represents hanfi school of thought.

شرح الزرقانی علیٰ موطا امام مالکؒ کے مصنف محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانیؒ[(۱)] مصر اورآوجزالمسالک الیٰ موطا مالک کے مصنف مولانا محمد زکریا المہاجر المدنی الکاندھلویؒ[(۲)] برصغیر سے تھے۔ شیخ زرقانیؒ مالکی جبکہ شیخ کاندھلویؒ حنفی المسلک تھے۔ ان کی یہ زیرِ بحث دونوں کتب، موطا امام مالکؒ کی عربی زبان میں

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علومِ اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ، کالج، شکر گڑھ، پاکستان۔

لکھی گئی شروح ہیں۔دونوں مصنفین کے زمانہ میں دوسو اسی سال یعنی کم وبیش تین صدیوں کا فرق ہے۔چنانچہ ہر صاحبِ تصنیف اپنے علمی وفکری رجحان، ماحول اور قارئین کی ضرورت کے مطابق منہج واسلوب اختیار کرتا ہے۔ منہج سے مرادوہ مخصوص طریقہ اور جہت یاطریقہ ہے جس کو بروئے کارلاتے ہوئے یہ کتب لکھی گئیں۔ان سطور میں مذکورہ شروح میں اپنائے گئے ترجمۃ الکتب کے ضمن میں منہج کا تقابلی جائزہ حسب ذیل تین حصوں میں پیش کیاجاتاہے:

ا۔دونوں شروح کے مشترکہ پہلو

ا۔عنوانی کلمات کاضبط اور معنیٰ بیان کرنا

موطاامام مالکؒ میں عنوانِ کتاب میں سے ضروری کلمات کاضبط دونوں شروح میں بیان کیاگیاہے جس کی تصریح درج ذیل مثالوں سے ہوتی ہے:

مثال نمبرا۔"القسامۃ" کے حوالہ سے شیخ زرقانیؒ یوں تصریح کرتے ہیں:بفتح القاف ما خوذ من القسم وهو اليمين[۳](قسامت قاف کے فتح یعنی زبر سے پڑھاجاتاہے۔یہ قسم بمعنیٰ یمین سے ماخوذ ہے)۔

اسی کلمہ کے حوالہ سے شیخ کاندھلویؒ یوں رقمطراز ہیں:بفتح القاف وخفة السين اسم مصدر بمعنیٰ القسم وقيل مصدر وقد يطلق على الجماعة الذين يقسمون[۴]۔"قسامۃ" قاف کے فتح اور سین کی خفت سے اداکیاجاتاہے۔یہ قسم کے معنیٰ میں اسم مصدر ہے۔نیز یہ بھی کہا گیاہے کہ یہ مصدر ہے اور اس کا اطلاق اس جماعت پر کیاجاتاہے جو قسم اٹھاتی ہے)۔

مثال نمبر۲۔"نذور" کی صراحت کرتے ہوئے شیخ زرقانیؒ لکھتے ہیں:جمع مصدرنذر بفتح الذال ينذر بضمها وكسرها وهو لغة الوعد بخيرأ وشر، وفى الشرع:التزام قربة غير لازمة باصل الشرع[۵]۔(یہ جمع اور نذر (ذال کے فتحہ کے ساتھ)ینذر (ذال کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ) سے مصدر ہے۔لغۃً اس کا معنیٰ خیر یا شر کا وعدہ کرنا ہے۔اور شرعی لحاظ سے اس کا معنیٰ اصل شرع کی طرف سے لازم کیے ہوئے اعمال کے علاوہ کسی عمل کے ذریعے قربت حاصل کرناہے۔

شیخ کاندھلویؒ اسی کلمہ کے حوالہ سے یوں صراحت کرتے ہیں:النذور جمع نذر ومصدر نذر بفتح الذال ينذر بضمها و كسرها وهو لغة الوعد بخير أو شر كذا فى شرح الزرقانى تبعاً

للقسطلانی [٦]۔ (نذور نذر کی جمع اور نذر (ذال کے فتحہ کے ساتھ) یندر (ذال کے ضمہ یا کسرہ کے ساتھ) سے مصدر ہے۔ لغۃً اس کا معنیٰ خیر یا شر کا وعدہ کرنا ہے۔ زرقانیؒ نے بھی قسطلانیؒ کی اتباع میں یہی معنیٰ بیان کیا ہے۔

ان مثالوں سے یہ اسلوب سامنے آیا کہ دونوں شروح میں عنوانِ کتاب کے بنیادی کلمات کا ضبط اور لغوی و شرعی معنیٰ بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ بعض جگہ پر تو دونوں شروح میں الفاظ بھی ایک جیسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ کاندھلویؒ نے شیخ زرقانیؒ سے ہی نقل کیا گیا ہوا ہے۔ بعض جگہ ترجمۃ الکتاب کا ترجمہ چھوڑ دینے اور بعض جگہ اجمال و تفصیل سے کام لینے میں بھی یہ دونوں شروح ایک جیسا اسلوب رکھتی ہیں۔ بہر حال بنیادی تعارفی تقاضوں کو پورا کرنا دونوں شارحین نے ضروری سمجھا ہے۔

۲۔ آیاتِ قرآنیہ سے استشہاد

ترجمۃ الکتاب میں کلمات کی لغوی صراحت اور مسائل کی توضیح کے لیے دونوں شروح میں قرآنی آیات سے استشہاد کیا گیا ہے۔ درج ذیل مثالوں سے اس کی تصریح ہوتی ہے:

مثال نمبر ۱۔ "الصید" کی صراحت میں شیخ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ اصلاً مصدر یعنی بمعنیٰ شکار استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾ [٧]۔ (تمہارے لیے شکار حلال کر دیا گیا ہے) اور اس ترجمہ میں اس لفظ سے مراد احکامِ صید یعنی شکار کے احکام ہیں جیسا کہ اس آیہ مبارکہ میں ہے: ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ [٨] (حالتِ احرام میں شکار کیا ہوا جانور نہ کھاؤ) [٩]۔ اس مثال میں صید کے مصدر ہونے اور شکار کے احکام کے معنیٰ میں استعمال ہونے سے متعلق آیات سے استشہاد کیا گیا ہے۔

اَوجز المسالک میں بھی "صید" کی توضیح میں شارح نے صید کا بمعنیٰ مصید (شکار کیا ہوا جانور) ہونا بیان کرتے ہوئے قرآنِ حکیم کی آیات: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾ [١٠] اور ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ [١١]، بطور دلیل کے بیان کی ہیں [١٢]۔ گویا دونوں شارحین نے اس مقام پر لغوی صراحت کے لیے قرآنِ حکیم سے دلیل لی ہے۔

مثال نمبر ۲: ۔ کتاب النکاح کے ترجمہ میں نکاح بمعنیٰ عقد ہونے سے متعلق شیخ زرقانیؒ قرآن حکیم کی اس آیت سے استشہاد کرتے ہیں: ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ [١٣]۔ (یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے) [١٤]۔

شیخ کاندھلویؒ روزوں کی فرضیت کی تاریخ پر بحث کرتے ہوئے قرآنِ مجید کے کلمات سے استشہاد کرتے ہیں:﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾[۱۵] (تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے)۔

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ دونوں شارحین ترجمۃ الکتب میں قرآنی استشہاد پر متفق ہیں۔

۳۔ احادیث سے استشہاد

احادیث سے استشہاد کرتے ہوئے ترجمۃ الکتاب کی صراحت کرنے کا اسلوب بھی دونوں شارحین کے ہاں مشترک ہے۔ اس کی توضیح درج ذیل مثالوں سے ہوتی ہے:

مثال نمبر ا: ۔ شیخ زرقانیؒ زکوٰۃ کا لغوی معنی نمو یعنی بڑھوتری بتاتے ہوئے اس حدیث سے استشہاد کرتے ہیں: "ما نقص مال من صدقة"[۱۶](صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا)[۱۷]۔

شیخ کاندھلویؒ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی مشروعیت پر دلائل دیتے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:"أنهﷺ أضحىٰ بكبشين أملحين"[۱۸]۔(بے شک آپ ﷺ نے دو سیاہ سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے)[۱۹]۔

مثال نمبر:۔ ۲ حسنِ خلق کی توضیح میں شیخ زرقانیؒ اس حدیث سے تصریح کرتے ہیں:"إن الله قسم بينكم أخلاقكم كما قسّم بينكم أرزاقكم"[۲۰]۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق اسی طرح تقسیم فرمائے ہیں جس طرح اس نے تمہارے درمیان تمہارا رزق تقسیم کیا ہے)[۲۱]۔

شیخ کاندھلویؒ چوری کی حد جاری کرنے کی صراحت میں اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں:"ليس على الخائن والمختلس قطع"[۲۲]۔(خیانت کرنے والے اور مال چھیننے والے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے)[۲۳]۔

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ دونوں شروح میں ترجمۃ الکتب کے ترجمہ میں احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے۔ شیخ زرقانیؒ نے کم مقامات پر جبکہ شیخ کاندھلویؒ نے اکثر جگہ یہ اسلوب اختیار کیا ہے۔

۴۔ عربی اشعار سے استشہاد

ترجمۃ الکتب میں عربی اشعار کی روشنی میں مشکل کلمات کی توضیح کرنے کا اسلوب بھی دونوں شروح کا یکساں منہج ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے اس امر کی تصریح ہوتی ہے:

مثال نمبر ا۔ کتاب النکاح کے ترجمہ میں نکاح کے عقد کے معنیٰ میں مجاز ہونے سے متعلق اس شعر سے شیخ زرقانیؒ استشہاد کرتے ہیں:

"ضممت إلى صدري معطر صدرها　　كما نكحت أم الغلام صبيها"[۲۴]۔

(میں نے اپنے سینے سے اس کے سینے کی خوشبو کو ایسے ملا دیا جیسے بچے کی ماں اپنے بچے سے چمٹ جاتی ہے)۔

شیخ کاندھلویؒ کتاب الجنائز کے ترجمہ میں میت کی چارپائی کی زبانِ حال سے پکار کو شعر کی صورت میں یوں نقل کرتے ہیں:

"أنظر إليّ بعقلك　أنا ألم هيا لنقلك　　أنا سرير المنايا کم سار مثلی بمثلك"[۲۵]۔

(میری طرف عقل سے دیکھ! میں تجھے اگلے جہاں میں منتقل کرنے کے لیے تیار کی گئی ہوں۔ میں اموات کا بچھونا ہوں۔ میری مثل کتنی (چارپائیاں) تیرے مثل (لوگوں کو) لے چلیں (یعنی قبر کی طرف))۔

ہر شخص کو اپنی اس کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے زندگی کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ بہر حال شعری ادب سے استشہاد کرنے کا اسلوب شیخ کاندھلویؒ کے ہاں ایک دو مقامات پر ہی ملتا ہے لیکن شیخ زرقانیؒ کے ہاں جگہ جگہ عربی اشعار سے استدلال ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شیخ زرقانیؒ اہلِ زبان ہونے کے ناطے سے عربی ادب کی طرف نسبتاً زیادہ مائل تھے۔ نیز اپنے علاقے کی ضرورت اور دلچسپی کے مد نظر اس اسلوب کو عام طور پر استعمال کیا ہے۔

۵۔ اختلافِ نسخِ موطا کی نشاندہی

دونوں شروح میں ترجمۃ الکتب میں ترتیبِ کتب وغیرہ کے حوالہ سے موطا امام مالک کے مختلف نسخوں کے اختلاف کی طرف نشاندہی کرنے کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔ حسب ذیل مثالیں اس امر کی توضیح کرتی ہیں:

مثال نمبر ا۔ کتاب الصیام کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ تسمیہ کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے اس سے تبرکاً اور تفنناً ابتداء کی ہے۔ پس اسے کتاب الصیام کے ترجمہ کے بعد میں لکھا گیا حالانکہ کتاب الزکوٰۃ میں اسے ترجمہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ تفنن کے لیے یہی نکتہ کافی ہے۔ پرانے نسخوں میں اسے ترجمہ سے مقدم کیا گیا ہے[۲۶]۔

شیخ کاندھلویؒ نے بھی کتاب الصیام کے ترجمہ میں موطا امام مالکؒ کے مختلف نسخوں کا تقابل کرتے ہوئے اس کتاب کی ترتیب میں اختلاف پر بحث کی ہے۔ تمام مصری نسخوں میں، شرح الزرقانی اور سیوطیؒ کے اپنی شرح کے لیے منتخب کردہ نسخے میں کتاب الجنائز کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ تمام ہندی نسخوں اور امام باجیؒ

کے حاشیہ اور شرح والے مصری نسخوں میں کتاب الجنائز کے بعد یہاں کتاب الصیام کو رکھا گیا ہے۔ سو ہم نے ہندی نسخوں پر اعتماد کیا ہے۔ مالکیہ کی معتمد علیہ کتب جیسے المدونۃ وغیرہ بھی انہی نسخوں کے مطابق ہیں۔ علاوہ ازیں مصری اور ہندی نسخے، تسمیہ کے عنوانِ کتاب سے تاخیر کے حوالہ سے بھی مختلف ہیں (۲۷)۔ اس مقام پر شیخ کاندھلویؒ نے زرقانیؒ کی نسبت زیادہ تفصیل دی ہے۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الحج کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے حدیث میں مذکور ارکانِ اسلام کی ترتیب کے مطابق پانچویں رکن پر بات مکمل کی ہے۔ اگرچہ موطا کے بہت سے نسخوں میں کتاب الایمان والنذور اور کتاب الجہاد کو کتاب الحج سے مقدم کیا گیا ہے (۲۸)۔

کتاب الحج ہی کے ترجمہ میں شیخ کاندھلویؒ بھی صراحت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس موجود موطا امام مالکؒ کے نسخوں میں اسی طرح ہے کہ کتاب کو تسمیہ پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور کتاب الحج کو بعد میں آنے والی سب کتب پر مقدم کیا گیا ہے (۲۹)۔ اس سے معلوم ہوا کہ شارحین کے ہاں موطا کے نسخوں کا باہم موازنہ کرتے ہوئے کتب کی ترتیب، تسمیہ اور عنوانِ کتاب کا مقدم و موخر کرنا زیر بحث لایا گیا ہے۔

شیخ کاندھلویؒ بھی اس کتاب کے ترجمہ میں تسمیہ کے حوالہ سے صراحت کرتے ہیں کہ اکثر مصری نسخوں میں تسمیہ کو کتاب پر مقدم کیا گیا ہے جبکہ ہندی نسخوں میں اسے کتاب کے عنوان سے مؤخر رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد شیخ زرقانیؒ کے حوالہ سے مذکورہ بالا توضیح نقل کرکے صیغۂ متکلم سے صراحت کرتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ہندی نسخوں میں اسی طرح ہے اور اکثر مصری نسخوں میں بھی یہاں قراض ہے۔ البتہ امام باجیؒ کی شرح المنتقیٰ والے نسخے میں یہاں کتاب المساقاۃ ہے۔ اس کے بعد کراء الارض اور پھر کتاب القراض ذکر کیا گیا ہے (۳۰)۔

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ زیرِ بحث شروح میں موطا امام مالکؒ کے میسر تمام نسخوں کا تقابل کیا گیا ہے۔ شیخ زرقانیؒ نے شیخ کاندھلویؒ کی نسبت کم مقامات پر نسخِ موطا کا تقابل پیش کیا ہے۔

۶۔ معروف قول کی نشاندہی

ترجمۃ الکتب میں کہیں کہیں شارحین نے معروف اور اپنی طرف سے اصح قول کی نشاندہی کرنے کا اسلوب اپنایا ہے۔ جیسا کہ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے:

مثال نمبر ۱۔ شفعہ کا ضبط بیان کرتے ہوئے شیخ زرقانیؒ مشہور تر قول کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسے شین کے ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اس کا معنیٰ الضم (ملانا) ہے (۳۱)۔ اسی کلمہ کی تصریح میں شیخ کاندھلویؒ لکھتے ہیں

کہ عینیؒ نے جو اس کلمہ کے ضبط کے حوالہ سے فاء کے ضمہ کا قول فقہاء کی طرف منسوب کیا ہے، وہ غلط ہے۔ درست اور صواب، فاء کے سکون کا ضبط ہی ہے اور فقہاء کی طرف از راہِ ادب غلط قول منسوب کرنا مناسب نہیں ہے[۳۲]۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الجہاد کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ جہاد کے شرعی حکم سے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مشہور قول کے مطابق حضور ﷺ کے وصال کے بعد اب امت پر یہ فرض کفایہ ہے سوائے اس کے کہ امام کسی خاص حاجت کے تحت تعیین کر دے[۳۳]۔ شیخ کاندھلویؒ بھی یہ تصریح کرتے ہیں کہ مشہور قول کے مطابق آپ ﷺ کے بعد جہاد کا حکم امت کے لیے عمومی لحاظ سے فرض کفایہ ہے۔ البتہ اگر کوئی ہنگامی صورت حال پیش آجائے اور امام کسی پر لازم کر دے تو یہ فرضِ عین بن جاتا ہے۔ اور فرض کفایہ سال میں ایک دفعہ ادا کرنے سے جمہور کے نزدیک ادا ہو جاتا ہے[۳۴]۔

یہ اسلوب، علومِ شریعت کے طالب علم کے لیے بہت مفید ہے کیونکہ اس سے قاری کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہو جاتا ہے۔

۷۔ شرعی احکام کے اسرار و حکم بیان کرنا

ترجمۃ الکتب میں دونوں شارحین نے اصلاحِ باطن کے لیے احکام کے روحانی اور تصوفانہ منہج کو بھی اختیار کیا ہے۔ ذیل میں اس ضمن میں چند مثالیں دی جاتی ہیں:

مثال نمبر ا۔ کتاب الصیام کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض صوفیاء نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ بے شک جب آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر توبہ کی تو اس کی قبولیت میں تیس دن کی تاخیر اس لیے ہوئی کہ آپ علیہ السلام کے جسم میں ممنوعہ پھل کھالینے سے اس کا اثر باقی تھا۔ جب آپ علیہ السلام کا جسد اس سے صاف ہو گیا تو آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہو گئی، آپ علیہ السلام کی ذریت پر اسی مناسبت سے تیس دن کے روزے فرض کر دیے گئے[۳۵]۔

حج کے اسرار اور روحانی پہلو بیان کرتے ہوئے شیخ کاندھلویؒ رقمطراز ہیں:

"مناسك الحج كلها مبنية علىٰ أربعة أمور: الأول إظهار العبدية بجنابه تعالىٰ والثانى إظهار العشق إلىٰ حضرته فإنه تعالىٰ وتقدس كما أنه معبود ومسجودلعبيده كذلك محبوب ومقصود لعشاقه كما لا يخفىٰ على من أذاقه ا لله تعالىٰ جرعة من شراب حبه رزقنى الله تعالىٰ شيئا منه بلطفه"[۳۶]۔

(مناسک حج سارے کے سارے چار امور پر مشتمل ہیں ان میں سے پہلا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندگی کا اظہار کرنا ہے اور دوسرا اس کی جناب سے عشق کا اظہار کرنا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس طرح اپنے بندوں کا معبود ومسجود ہے اسی طرح وہ اپنے عشاق کے لیے محبوب اور مقصود بھی ہے۔جیسا کہ یہ حقیقت اس شخص پر مخفی نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ایک گھونٹ چکھادیا ہے۔مجھے بھی اللہ تعالیٰ اپنے لطف کے صدقے میں اس کیفیت میں سے کچھ حصہ عطا کرے)۔

مثال نمبر ۲۔کتاب الصیام کے ترجمہ میں ہی شیخ زرقانیؒ لکھتے ہیں:

"شرع الصيام لفوائد أعظمها كسر النفس وقهر الشيطان، فالشبع نهر فى النفس يرده الشيطان، والجوع نهر فى الروح ترده الملائكة ومنها أن الغنى يعرف قدر نعمة الله........."(۳۷)۔

(روزوں کا سب سے بڑا فائدہ نفس کے زور کو توڑنا اور شیطان کو مقہور ومغلوب کرنا ہے۔چنانچہ سیر ہو کر کھالینا نفس میں ایک ایسی نہر ہے جس پر شیطان آتا جاتا ہے جبکہ بھوک روح میں ایک ایسی نہر ہے جس پر فرشتے آتے جاتے ہیں۔روزوں کا ایک اور یہ فائدہ ہے کہ اس کے ذریعے مالدار کو اللہ کی نعمت کی پہچان اور قدر ہوتی ہے........)۔

اسی مقام پر شیخ کاندھلویؒ روزوں کے تصوفانہ پہلو سے متعلق نقل کرتے ہیں کہ جب یہ نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں۔اور روزے کی بدولت دل آلائشوں سے صاف ہوجاتا ہے۔کیونکہ ان آلائشوں کا سبب زبان اور آنکھوں کا فضول اور غلط استعمال ہے(۳۸)۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شارحین نے اپنے قارئین کی باطنی اصلاح کا منہج واسلوب بھی اختیار کیا ہے۔اس اسلوبِ تحریر سے بات دل کی تہہ تک اتر جاتی ہے۔اس سے شارحین کا حکیمانہ اور صوفیانہ ذوق نمایاں ہے۔

۸۔تاریخ احکام کی نشاندہی

ترجمۃ الکتب میں دونوں شارحین کے ہاں مسائل واحکام کی مشروعیت سے متعلق تاریخی معلومات فراہم کرنے کا اسلوب بھی پایا جاتا ہے۔ذیل میں چند مثالیں اس امر کی صراحت کرتی ہیں:

مثال نمبر ۱۔کتاب الحج کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ حج کے قبل از ہجرت فرض ہونے کا قول شاذ ہے۔اور جمہور کا یہ کہنا ہے کہ یہ چھ ہجری کو فرض ہوا کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ:﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾(۳۹)۔ (اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو) میں حکم سے مراد ابتداءِ فرضیت ہے(۴۰)۔

شیخ کاندھلویؒ بھی اسی کتاب کے ترجمہ میں فرضیتِ حج کی تاریخ کی صراحت میں شارحینِ حدیث، مفسرین، مورخین اور فقہاء سے استفادہ کرتے ہوئے مختلف اقوال دیے ہیں اور اس ضمن میں ملا علی قاریؒ کے حوالہ سے گیارہ اقوال کی نشاندہی کر کے لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ حج ہجرت سے قبل فرض ہوا تھا لیکن حافظ ابنِ حجرؒ نے اسے شاذ قرار دیا ہے[۴۱]۔ شارح یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے سوا تمام عبادات بعد از ہجرت فرض ہوئی ہیں[۴۲]۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الزکوٰۃ کے تعارف میں شیخ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ اکثر کے نزدیک زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی۔ مزید یہ کہ سن ۲ ہجری قبل رمضان اور ایک ہجری کے اقوال بھی اس حوالہ سے بیان کیے گئے ہیں[۴۳]۔

شیخ کاندھلویؒ زکوٰۃ کی ہی تاریخِ فرضیت کے حوالہ سے حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ زکوٰۃ کی ابتداء کب ہوئی اکثر کے نزدیک یہ ہجرتِ مدینہ کے بعد فرض ہوئی۔ اس ضمن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سن ۲ ہجری میں رمضان سے قبل فرض ہوئی[۴۴]۔ شیخ زرقانیؒ نے اس اسلوب کو کم جبکہ شیخ کاندھلویؒ نے زیادہ اپنایا ہے۔

۹۔ عقائد کی طرف نشاندہی

عقیدہ سے مراد وہ بنیادی فکر ہے جس پر ایمان کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ دونوں شارحین نے ترجمۃ الکتب میں عقائد کی طرف نشاندہی کرنے کا اسلوب اپنایا ہے۔ ذیل میں اس مناسبت سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مثال نمبر ۲۔ کتاب الجنائز کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ نمازِ جنازہ کی اہمیت سے متعلق لکھتے ہیں کہ میت کے ساتھ کیے جانے والے معاملات میں سے اہم نماز ہے کیونکہ اس میں میت کے لیے دعا کا فائدہ شامل ہے کہ وہ اس کے ذریعے عذاب سے نجات پاتی ہے خصوصاً اس قبر کے عذاب سے جس میں وہ دفن کیا جائے گا[۴۵]۔ اس مثال میں شارح درج ذیل عقائد کی طرف اشارہ کرتے ہیں: ۱۔ دعا کا میت کو فائدہ پہنچانا۔ ۲۔ عذابِ آخرت ۳۔ عذابِ قبر۔

شیخ کاندھلویؒ بھی کتاب الجنائز کے ترجمہ میں موت سے متعلق صراحت میں لکھتے ہیں کہ اہل فن نے اختلاف کیا ہے کہ آیا موت امرِ وجودی ہے یا عدمی؟ اسے امرِ وجودی ماننے والوں کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾[۴۶]۔

(اس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے)۔ کیونکہ عدم کی تخلیق نہیں کی جاتی۔ بہر حال بعض نے اس کے عدم ہونے کا قول بھی اختیار کیا ہے۔ اور خلق کا اس آیت میں معنیٰ قدر اور اندازہ ہے۔ مزید یہ کہ موت کو وجودی ماننے والوں کا پھر اس میں اختلاف ہے کہ جوھر ہے یا عرض[۴۷]۔

یعنی شارح نے مسئلہ عقیدہ کو بیان کیا ہے لیکن اس قسم کے فلسفیانہ اسلوب سے مسائل کو زیر بحث لانا عام طور پر محض الجھاؤ ہی پیدا کرتے ہیں لہٰذا اس اسلوب سے گریز ہی بہتر ہوتا ہے۔

مثال نمبر ۲۔ شیخ زرقانیؒ کتاب الزکوٰۃ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ اس کے ادا کرنے سے دنیا میں واجب ساقط ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ زکاۃ کا انکار کرنے والا کافر ہے (۴۸)۔ شیخ کاندھلویؒ بھی کتاب الزکوٰۃ کے ترجمہ میں ہی شاہ ولی اللہؒ کے حوالہ سے صراحت کرتے ہیں کہ جب کسی مسکین کو حاجت تکلیف دیتی ہے تو وہ اپنی زبانِ حال یا قال کے ذریعے بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتا ہے۔ جب اس کی طرف سے تضرع اور گریہ وزاری اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کے دروازے پر ٹکراتی ہے تو اس پر اوپر، نیچے اور دائیں بائیں سے اس کی برکات نچھاور ہوتی ہیں (۴۹)۔ ان مثالوں سے واضح ہوا کہ دونوں شارحین نے اخروی فکر اور عقائد کی طرف قاری کو متوجہ کرنے کا اسلوب اپنایا ہے۔

اس تفصیل سے ترجمۃ الکتب کے ضمن میں زیرِ بحث شروح کے، حسب ذیل بنیادی اور مشترک مناہج واسالیب سامنے آئے ہیں:

۱۔ بنیادی الفاظ کا ضبط اور لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کرنا۔	۲۔ قرآن وحدیث سے استدلال۔
۳۔ عربی اشعار سے استدلال۔	۴۔ موطا امام مالکؒ کے نسخوں کا موازنہ۔

۵۔ روحانی اور باطنی اصلاح۔ ۶۔ تاریخی اسلوب۔ ۷۔ عقائد وغیرہ۔

اب آئندہ سطور میں دونوں شروح کے ترجمۃ الکتب کے منہج واسلوب میں اختلافی امور کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

ب۔ ترجمۃ الکتب میں شرح الزرقانی کے اختلافی امور

شرح الزرقانی اور اَوجز المسالک میں ترجمۃ الکتب کا مطالعہ کرنے سے شرح الزرقانی کے درج ذیل پہلو اَوجز المسالک سے مختلف ہیں:

ا۔ مصری نسخ موطا کی پیروی

شیخ زرقانیؒ نے اپنی اس زیرِ بحث شرح میں کتب کے عنوانات، موطا امام مالکؒ کے ہندی نسخوں کی بجائے مصری نسخوں کے مطابق قائم کیے ہیں۔ یعنی انہوں نے شروع سے ہی کتب کے عنوانات قائم کیے جبکہ ہندی نسخوں میں کتاب کا پہلا عنوان کتاب الجنائز قائم کیا گیا ہے۔ البتہ شیخ زرقانیؒ نے کتب کا ترجمہ، کتاب الجنائز سے ہی شروع کیا

ہے۔ گویا شرح الزرقانی میں مصری نسخِ موطا کا لحاظ کیا گیا ہے جبکہ اوجز المسالک میں ہندی نسخوں کا۔ اس بنا پر ترتیبِ کتب وابواب میں کہیں کہیں فرق موجود ہے۔

۲۔ اجمال واختصار

ترجمۃ الکتب میں شیخ زرقانیؒ نے اجمال اور اختصار کا اسلوب اپنایا ہے۔ اکثر جگہ تو صرف کلمات کے ضبط پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔ اور بعض جگہ صرف شرعی معنی ومراد تک ترجمہ کو محدود رکھا گیا ہے۔ اس اجمال واختصار کے اسلوب کی صراحت درج ذیل مثالوں سے ہوتی ہے:

مثال نمبر ۱: کتاب الصید کے ترجمہ میں شارح نے صرف صید کا مصدر ہونا اور احکامِ صید پر اس کے اطلاق سے متعلق قرآنی آیت پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے(۵۰)۔

مثال نمبر ۲: کتاب الفرائض کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ نے صرف فرائض سے مراد مواریث کی تقسیم، لفظ فرائض کی لغوی صراحت اور علم الفرائض کے دوسرے نام مسائلِ میراث کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے(۵۱)۔

اگرچہ بعض مقامات پر شارحؒ نے ضرورت سے زیادہ ہی اختصار سے کام لیا ہے اور ضروری توضیح بھی نہیں کی جیسا کہ کتاب القراض کے ترجمہ میں ہے۔ تاہم اکثر جگہ اختصار کے باوجود بنیادی اور ضروری حد تک کتب کا ترجمہ کر دیا ہے۔

۳۔ مصادر کا عدم ذکر

اکثر جگہ شارحؒ نے مصدر کا ذکر کیے بغیر ترجمۃ الکتاب میں بنیادی توضیح کی ہے جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے اس امر کی توضیح ہوتی ہے:

مثال نمبر ۱۔ کتاب الرضاع کے ترجمہ میں رضاع کا لغوی واصطلاحی معنیٰ کسی مصدر کا ذکر کیے بغیر دے دیا گیا ہے(۵۲)۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الجنائز کے ترجمہ میں شیخ زرقانیؒ نے جنائز کی بنیادی لغوی صراحت کسی کی طرف منسوب کیے بغیر کی ہے(۵۳)۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ زرقانیؒ نے اپنے اوپر اعتماد کرتے ہوئے بنیادی معلومات اپنی طرف سے بیان کر دی ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ بھی نہیں ہے کہ انہوں نے بالکل ساری صراحت خود ہی کی ہے۔ بلکہ ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث، اہلِ لغت اور شارحین وغیرہ سے نام لے کر اقتباس کیا ہے۔ بہرحال اوجز اور شرح

الزرقانی میں بعض شارحین اور مؤلفین کے حوالہ سے اختلافی اسلوب یہ ملتا ہے کہ شیخ زرقانیؒ نے بہت کم جگہ شارحین کی طرف منسوب کرکے بیان کیا ہے جبکہ شیخ کاندھلویؒ نے زیادہ تر شارحین حدیث سے نقل کیا ہے جس کی تصریح أوجز المسالک کے اس ضمن میں اختلافی اسلوب بیان کرنے سے ہوگی۔

ج۔ ترجمۃ الکتب کے اسلوب میں اوجز المسالک کے اختلافی امور

دونوں شارحین نے موطا امام مالکؒ کے مختلف نسخوں کو اپنی شرح کے لیے لیا ہے۔ یعنی شیخ زرقانیؒ نے مصری جبکہ شیخ کاندھلویؒ نے ہندوستان میں چھپنے والے نسخوں کی اتباع کی ہے۔ اس لیے ترتیب میں کہیں کہیں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اوجز المسالک میں کتاب الجنائز کے بعد کتاب الصیام ہے جبکہ شرح الزرقانی میں کتاب الزکوۃ اور کتاب الصدقۃ ہے۔ اوجز میں ہندی نسخوں کی اتباع میں کتاب الصدقۃ کا عنوان ہی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ چونکہ شیخ کاندھلوی رحمہ اللہ بھارت کے جبکہ شیخ زرقانی رحمہ اللہ مصر کے ہیں اور شیخ کاندھلویؒ، شیخ زرقانیؒ سے اڑھائی سو سال بعد کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں، اس زمانی اور علاقائی اختلاف کی بنا پر زیرِ بحث شروح میں اسلوب و منہج کا اختلاف ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند نمایاں امور اس ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں:

ا۔ تفصیلی ترجمہ

چونکہ أوجز المسالک بہ نسبت شرح زرقانیؒ کے زیادہ ضخیم ہے اس لیے مجموعی طور پر یہ اس کی نسبت مفصل شرح ہے۔ ترجمۃ الکتب میں اگرچہ شیخ زرقانیؒ نے بھی ضروری معلومات دینے کا اسلوب اپنایا ہے تاہم شیخ کاندھلویؒ نے زیادہ تفصیل سے کتب کا تعارف پیش کرنے کا اسلوب اپنایا ہے۔ اس کا جائزہ حسب ذیل مقامات کا مطالعہ کرنے سے ہوتا ہے:

مثال نمبر ا۔ کتاب الصید میں شیخ کاندھلویؒ صید کی لغوی صراحت اور اس لفظ کا شکار اور شکار کے احکام پر اطلاق کی نشاندہی کرنے کے علاوہ الدر المختار کے حوالہ سے شکار کے صحیح ہونے کے لیے پندرہ شرائط بیان کرتے ہیں[۵۴]۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الفرائض کے ترجمہ میں شیخ کاندھلویؒ اپنی شرح میں شرح الزرقانی کی تفصیل دینے کے علاوہ "فرض" کا لغوی و شرعی معنی، شریعت میں مقرر کردہ چھ حصص: نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث اور سدس، نسخِ موطا میں اس کتاب کی ترتیب پر تبصرہ اور علم المیراث کی تعریف و موضوع بیان کرتے ہیں[۵۵]۔

ان مقامات پر اگرچہ اَوجز المسالک کے تراجم بھی زیادہ مفصل نہیں ہیں تاہم شرح الزرقانی کی نسبت تفصیلی ہیں۔اس کے علاوہ کئی کتب کا ترجمہ بہت زیادہ تفصیل سے دیا ہے۔بعض جگہ اگر اس طرح کا تفصیلی اسلوب اختیار نہ کیا جائے تو قاری مطمئن نہیں ہوتا۔

۲۔ترجمۃ الکتب کو ابحاث میں تقسیم کرنا

زیادہ تفصیلی ترجمہ شیخ کاندھلویؒ نے مختلف ابحاث اور نکات میں تقسیم کرنے کا اسلوب اپنایا ہے۔جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے ظاہر ہے:

مثال نمبر ا۔عقیقہ سے متعلق تعارف کو دس ابحاث میں تقسیم کر کے یوں بیان کیا گیا ہے:

بحثِ اول عقیقہ کے لغوی معنیٰ میں، بحث ثانی عقیقہ کے حکم سے متعلق، بحث ثالث عقیقہ کے وقت سے متعلق، بحث رابع اس سے متعلق کہ کیا صرف مذکر کے ساتھ خاص ہے یا مؤنث کا بھی سنت ہے، بحثِ خامس اس اختلاف سے متعلق کہ کیا مذکر و مؤنث میں فرق کیا جائے گا کہ مذکر کے عقیقہ کے لیے دو بکریاں اور مؤنث کے لیے ایک بکری سے کرنا ضروری ہے، بحث سادس کیا بھیڑ بکری ہی عقیقہ کے لیے ضروری ہے یا گائے اونٹ سے بھی عقیقہ ہو سکتا ہے نیز کیا ان بڑے جانوروں میں مختلف حصہ داروں کا شریک ہونا جائز ہے یا کہ نہیں، بحث سابع اس سے متعلق کہ عقیقہ میں وہی شرائط ہیں جو کہ قربانی میں ہیں، بحث ثامن اس بارے میں کہ عقیقہ کرنے کا ذمہ دار کون ہے والد یا اس کے علاوہ کوئی اور بھی؟ یا بچے کا اگر عقیقہ نہ کیا جائے تو کیا وہ بالغ ہو کر خود اپنا عقیقہ کرنے کا پابند ہے یا نہیں، بحث تاسع اس بات سے متعلق کہ کیا عقیقہ کا گوشت پکانے کے وقت اس جانور کی ہڈیاں توڑی جاسکتی ہیں یا نہیں اور بحث عاشر اس امر سے متعلق کہ آیا عقیقہ کے جانور کا خون بچے کے سر پر ملا جائے گا یا نہیں[۵۶]۔

مثال نمبر ۲۔کتاب الاشربۃ کے ترجمہ میں شیخ کاندھلویؒ خمر سے متعلق تفصیل کو دس احکام میں یوں تقسیم کرتے ہیں: اولاً: خمر کی ماہیت۔ ثانیاً: اس اسم کے ثبوت کی حد۔ ثالثاً: غیر مشروط طور پر خمر کی حرمت۔ رابعاً: خمر کی نجاست۔ خامساً: اس کو حرام نہ جاننے والے کا کافر ہونا۔ سادساً: مسلمان کے حق میں اس کے تقوم کا سقوط۔ سابعاً: اس سے نفع کمانے کی حرمت۔ ثامناً: یہ پینے والے پر حد لگانا اگرچہ اسے نشہ نہ ہوا ہو۔ تاسعاً: اس کے آگ پر پکانے سے اس پر اثر۔ عاشراً: اس کی تخلیل کے جواز سے متعلق۔ اس کے علاوہ خمر کے علاوہ مشروبات کی صراحت، اقسام میں کی ہے[۵۷]۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح نے ترجمۃ الکتب میں متعلقہ موضوع کی مختلف جہات سے متعلق قاری کو ایک منظم اور آسان پیرائے میں متعارف کرانے کا اسلوب اپنایا ہے۔اس سے یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ باب

میں مذکور احادیث کو پڑھتے وقت موضوع کی مختلف جہات مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہیں۔ اگر مکمل بات سامنے نہ بھی آئے تو بھی ذہن اس نکتے سے متعلق متجسس ہو جاتا ہے۔ اور مزید مطالعہ سے وہ جہت واضح ہو جاتی ہے۔ البتہ مختصر وقت میں محض متعلقہ حصے پر مطالعہ کرنے والے کو یہ اسلوب پریشان کرتا ہے۔

۳۔ مختلف علوم پر بکثرت کتب اور مصادر کی نشاندہی

دونوں شروح میں اگرچہ عصرِ حاضر کے مروجہ حوالہ جاتی اسلوب کی پیروی نہیں کی گئی۔ تاہم مختلف مؤلفین اور کتب کی طرف منسوب کر کے اقتباس کرنے کا اسلوب ملتا ہے۔ شیخ زرقانیؒ کے ہاں کتب کی نشاندہی کم کی گئی ہے جبکہ شیخ کاندھلویؒ نے اپنے تفصیلی اسلوب کے تحت اکثر مسالک کی کتب و مصادر کی روشنی میں ترجمۃ الکتب پیش کرنے کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ اس کی صراحت حسب ذیل مثالوں سے ہوتی ہے:

مثال نمبر ۱۔ زکوٰۃ سے متعلق صراحت میں قرآن مجید کی آیت: ﴿اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾[۵۸] کی تفسیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے باقاعدہ "روح المعانی" اور "روح البیان" کا نام لے کر ان میں بیان کردہ تفسیر شارحؒ نے ذکر کی ہے[۵۹]۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الجنائز کے ترجمہ میں شارحؒ لفظ جنازہ کی لغوی صراحت سے متعلق کہتے ہیں: كذا في شرح الإقناع عن ابن عبد البر، اسی طرح تاریخ جنازہ سے متعلق لکھتے ہوئے شارح رقمطراز ہیں: وفي الأنوار الساطعة شرعت صلاة الجنازة بالمدينة المنورة في السنة الاولىٰ من الهجرة فمن مات بمكة المشرفة لم يصل عليه[۶۰]۔ (اور الانوار الساطعہ میں ہے کہ نمازِ جنازہ مدینہ منورہ میں سن ۱ ہجری کو مشروع ہوئی۔ پس جو افراد مکہ مشرفہ میں وفات پا گئے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی)۔

مثال نمبر ۳۔ کتاب النذور والایمان کے ترجمہ میں شیخ کاندھلویؒ نذر کا اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وفي الروض المربع هو شرعاً إلزام مكلف مختار نفسه لله تعالىٰ شيئاً غير محال۔۔۔ ("الروض المربع" میں ہے کہ نذر سے مراد شرعی لحاظ سے اپنے آپ پر اختیار رکھنے والے مکلف کا اللہ تعالیٰ کے لیے کسی غیر محال شے کا اپنے اوپر لازم کر لینا ہے۔۔۔) نذر سے متعلق مزید معلومات ذکر کرنے کے لیے شارح لکھتے ہیں: وفي البدائع الكلام في النذر في ثلاثة مواضع: في بيان ركن النذر، وفي بيان شرائط الركن وفي بيان حكم النذر۔۔۔ (اور "البدائع" میں نذر سے متعلق گفتگو تین حوالوں سے ہے: نذر کے رکن، رکن کی شرائط اور نذر کے حکم سے متعلق۔۔۔) اسی طرح آگے نذر کے حکم اور اس کی ممانعت سے متعلق حدیث پر تبصرہ پر شرح

مختصر الخلیل، المدونہ، المحلیٰ اور الدر المختار کا نام لے کر تفصیلات کا ذکر کیا گیا ہے(۶۱)۔ شیخ کاندھلویؒ نے کثرت سے قاری کو مختلف مسالک کی کتب سے متعارف کروانے کا اسلوب اپنایا ہے۔ یہ انداز اگرچہ بظاہر عامیانہ لگتا ہے لیکن علومِ اسلامیہ کے طالبِ علم کے لئے کئی حوالوں سے مفید بھی ہے۔

۴۔ دیگر شارحین اور ائمہ و مؤلفین سے بکثرت نقل

متنِ حدیث کی شرح ہونے کے ناطے سے دیگر کتب کی نسبت کتبِ حدیث کی شروح سے استفادہ کرنا ایک ضرورت ہے۔ اس لیے زیرِ بحث شروح میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ترجمۃ الکتب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اوجز المسالک میں شرح الزرقانی کی نسبت شارحین سے بکثرت نقل کیا گیا ہے بلکہ خود شرح الزرقانی سے بھی نام لے کر یا نام لیے بغیر نقل کیا گیا ہے۔ درج ذیل مثالوں سے اس اسلوب کی تصریح ہوتی ہے:

مثال نمبر ۱۔ کتاب الجنائز میں جنائز کا ضبط اور معنیٰ نوویؒ، حافظ ابنِ حجرؒ اور العینیؒ کا نام لے کر ان سے شارحؒ نے نقل کیا ہے(۶۲)۔

مثال نمبر ۲۔ کتاب الصیام کے ترجمہ میں شیخ کاندھلویؒ نے، زرقانیؒ سے نام لے کر لکھا ہے کہ وہ کتاب کی ابتداء تسمیہ سے تبرکاً اور تفنناً کرتے ہیں۔ نیز ملا علی القاری، بدر الدین العینی اور پھر زرقانی سے نقل کیا گیا ہے(۶۳)۔

۵۔ احناف کی تائید

شیخ کاندھلویؒ چونکہ خود حنفی المسلک ہیں اس لیے انہوں نے ترجمۃ الکتب میں بھی اکثر فقہ حنفی کی تائید کا اسلوب اپنایا ہے۔ جیسا کہ کتاب الحج کے ترجمہ میں شارح حج کے علی الفور فرض ہونے یا تاخیر سے فرض ہونے سے متعلق ائمہ کا اختلاف بیان کرتے ہوئے احناف کا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

"واختلف فيه عند أصحابناقال أبو يوسف: هو فى أول أوقات الإمكان فمن أخره عن العام الاول أثم۔۔۔قال بعض أصحابناالمتاخرين: المعتمد أن الخلاف فى هذه المسئلة ابتداء فأبو يوسف عمل بالاحتياط"(۶۴)۔

(اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے نزدیک بھی اختلاف ہے وہ یہ کہ ابو یوسف رحمہ اللہ کے مطابق ممکنہ حد تک پہلی فرصت میں حج کرنا ہوگا جس کسی نے پہلے سال سے حج مؤخر کر دیا وہ گناہگار ہوا۔۔۔ ہمارے بعض متاخرین اصحاب کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ابتدا کے حوالہ سے معتمد ہے پس امام ابو یوسف نے احتیاط پر عمل کیا ہے)۔

یعنی شارح کا حنفی ائمہ کے لیے "اصحابنا" (ہمارے اصحاب) کہنا حنفی مسلک کی تائید ظاہر کرتا ہے۔ نیز اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ شارح نے احناف کے اندرونی اختلاف کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے بہتر

قول کی طرف رہنمائی کرنے کا اسلوب بھی اپنایا ہے۔شرح الزرقانی کی نسبت یہ اَوجز المسالک کی امتیازی صفت ہے۔

خلاصۂ بحث

دونوں شروح کے ترجمۃ الکتب میں مناہج واسالیب کے اتفاقی واختلافی امور کا تقابل کرتے ہوئے ان کے ایک دوسرے سے امتیازات کے طور پر درج ذیل نمایاں نکات سامنے آئے ہیں:

۱۔شرح الزرقانی میں اختصار کا اسلوب ہے جبکہ اَوجز المسالک میں تفصیل کا۔

۲۔شرح الزرقانی میں ترجمہ میں بنیادی اور معروف معلومات زیادہ تر اپنی طرف سے ہی بیان کرنے کا اسلوب اپنایا گیا ہے جبکہ اَوجز المسالک میں زیادہ تر یہ معلومات بھی شارحین سے نقل کرنے کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۳۔شرح الزرقانی میں مختلف علوم کی کتب کی نشاندہی اَوجز المسالک کی نسبت کم کی گئی ہے، اَوجز میں ترجمۃ الکتب کے دوران بھی شرح زرقانی کی نسبت زیادہ کتب اور مؤلفین کی نشاندہی کرنے کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔بالخصوص حنفی مسلک کی کتب اور مؤلفین کو زیادہ اہتمام سے ذکر کرنے کا اسلوب ملتا ہے۔

۴۔شیخ کاندھلویؒ نے ترجمۃ الکتب کو کہیں کہیں زیادہ تفصیل سے پیش کرتے ہوئے مواد کو نکات اور متعدد ابحاث میں ایک نظم کے ساتھ پیش کیا ہے جبکہ شیخ زرقانیؒ نے ترجمۃ الکتب کو ابحاث میں تقسیم نہیں کیا۔

۵۔اَوجز المسالک میں زیادہ تر فقہ حنفی کی نمائندگی کی گئی ہے جبکہ شرح الزرقانی میں فقہ مالکی کی نمائندگی،شرحِ متن میں تو کی گئی ہے لیکن ترجمۃ الکتب میں نہیں ہے۔

۶۔شرح الزرقانی میں اول تا آخر کتب کے عنوانات قائم کیے گئے ہیں جبکہ اوجز المسالک میں کتاب الجنائز پہلا عنوانِ کتاب ہے۔

۷۔شرح الزرقانی میں کتب کے عنوانات زیادہ واضح اور آسان ہیں جبکہ اوجز المسالک کے عنوانات زیادہ جامع ہونے کی وجہ سے سہل اور واضح نہیں ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ شیخ زرقانی رحمہ اللہ کا پورانام ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان الزرقانی المصری الازہری المالکی ہے۔ان کا زمانہ ۱۰۵۵ھ تا ۱۱۲۲ھ ہے۔دیارِ مصر میں خاتمۃ المحدثین یعنی محدثین کی آخری کڑی ہیں۔زرقانیؒ کہلانے کی وجہ مضافات قاہرہ کے بالائی حصوں میں زرقان نامی ایک بستی کی طرف آپ کی نسبت ہے۔یعنی آپ کی ولادت ووفات سرزمینِ قاہرہ میں ہی ہوئی۔نیز آپ رحمہ اللہ کو الامام،المحدث الناسک(عابد وزاھد)،النحریر(صاحب ادراک)،الفقیہ اور العلامہ کے القابات وعنوانات بھی دیے گئے ہیں۔

(الزركلی، خيرالدين، الاعلام قاموس تراجم الاشهر الرجال والنساء من العرب والمستغربين والمستشرقين(طبع ثالثة)،۷/۵۵)؛ الزرقانی،محمد بن عبدالباقی(۱۰۵۵تا ۱۱۲۲ھ)،شرح الزرقانی علیٰ المواهب اللدنيه للعلامه القسطلانی(۹۲۳ھ)،دارالکتب العلمية، بيروت، ترجمة الزرقانی شارح مواهب،۸/۱)۔

۲۔ آپ رحمہ اللہ ۱۱رمضان ۱۳۱۵ھ بمطابق بروز جمعرات ۲فروری ۱۸۹۸ء کو پیدا ہوئے۔اور آپ کے دو نام محمد موسیٰ اور محمد زکریا رکھے گئے تھے لیکن دوسرا نام ہی مشہور ہوا۔آپ نے خود اپنا تعارف یوں کروایا ہے کہ نام کے اعتبار سے زکریا،وطن کے حوالہ سے کاندھلوی،مسلک کے اعتبار سے حنفی،مشرب کے اعتبار سے خلیلی(مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی نسبت سے)، تلمذوشاگردی کے اعتبار سے المظاھری ہوں۔ اوروالدِ گرامی مولانا محمد یحییٰ ہیں۔(الکاندھلوی،محمد زکریاالمہاجر المدنی(۱۳۱۵ھ تا۱۴۰۲ھ)،أوجز المسالک الیٰ موطا مالک،مکتبہ امدادیہ،ملتان، مقدمۃ،الباب الثالث،الفائدۃ الاولی،۱/۳۴،۳۵)۔

۳۔ الزرقانی،محمد بن عبدالباقی بن یوسف(۱۰۵۵ھ تا۱۱۲۲ھ)شرح الزرقانی، دار الحدیث، القاھرۃ، ۲۰۰۶ء،کتاب القسامۃ، ۴/۲۷۳۔

۴۔ أوجز المسالک،کتاب القسامۃ،۵/۵۱۷۔

۵۔ شرح الزرقانی،کتاب النذور والایمان،۳/۷۷۔

۶۔ أوجز المسالک،کتاب النذور،۴/۱۱۴۔

۷۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۹۶۔

۸۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۹۶۔

۹۔ شرح الزرقانی،کتاب الصید،۳/۱۱۵۔

۱۰۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۹۶۔

۱۱۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۹۶۔

۱۲۔ أوجز المسالک،کتاب الصید،۴/۱۷۷۔

۱۳۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۲۰۔

۱۴۔ شرح الزرقانی، کتاب النکاح، ۳/ ۱۶۳۔

۱۵۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۸۳۔

۱۶۔ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرہ، ۱۴۱۵ھ، ۲/ ۳۷۴۔

۱۷۔ شرح الزرقانی، کتاب الزکوۃ، ۲/ ۱۲۵۔

۱۸۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (م: ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، کتاب الاضاحی، باب التکبیر عند الذبح، ۲/ ۳۵۰؛ مسلم بن الحجاج القشیری (م: ۲۶۱ھ)، الصحیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی، کتاب الاضحیۃ، باب استحباب الضحیۃ وذبحھا، ۲/ ۱۵۵۔

۱۹۔ أوجز المسالک، کتاب الضحایا، ۴/ ۲۱۴۔

۲۰۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (م: ۲۵۶ھ)، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ۱۴۰۹ھ، باب حسن الخلق، ۱۰۴۔

۲۱۔ شرح الزرقانی، کتاب حسن الخلق، ۴/ ۳۳۱۔

۲۲۔ ابوداود، سلیمان بن الاشعث السجستانی (۲۵۷ھ)، السنن، مکتبہ امدادیہ، ملتان، کتاب الحدود، باب القطع فی الخلسۃ والخیانۃ، ۲/ ۲۵۵۔

۲۳۔ أوجز المسالک، کتاب السرقۃ، ۶/ ۵۳۔

۲۴۔ شرح الزرقانی، کتاب النکاح، ۳/ ۱۶۳۔

۲۵۔ أوجز المسالک، کتاب الجنائز، ۲/ ۴۲۰۔

۲۶۔ شرح الزرقانی، کتاب الصیام، ۲/ ۲۰۱۔

۲۷۔ أوجز المسالک، کتاب الصیام، ۳/ ۱۔

۲۸۔ شرح الزرقانی، کتاب الحج، ۲/ ۲۹۵۔

۲۹۔ أوجز المسالک، کتاب الحج، ۳/ ۲۹۵۔

۳۰۔ أوجز المسالک، کتاب القراض، ۵/ ۱۶۹۔

۳۱۔ شرح الزرقانی، کتاب الشفعۃ، ۳/ ۴۷۵۔

۳۲۔ أوجز المسالک، کتاب الشفعۃ، ۵/ ۲۲۴۔

۳۳۔ شرح الزرقانی، کتاب الجہاد، ۳/ ۵۔

۳۴۔ أوجز المسالک، کتاب الجہاد، ۴/ ۲۔

۳۵۔ شرح الزرقانی، کتاب الصیام، ۲/ ۲۰۰۔

۳۶۔ أوجز المسالک، کتاب الحج، ۳/ ۲۹۸۔

۳۷۔ شرح الزرقانی، کتاب الصیام، ۲/ ۲۰۰۔

۳۸۔ ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، مکتبہ امدادیۃ، ملتان، کتاب الصوم، ۴/ ۲۲۹۔
أوجز المسالک، کتاب الصیام، ۲/ ۳۔

۳۹۔ البقرۃ، ۲: ۱۹۶۔

۴۰۔ شرح الزرقانی، کتاب الحج، ۲/ ۲۹۵۔

۴۱۔ ابنِ حجر العسقلانی، احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)، فتح الباری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ، ۳/ ۴۸۳۔

۴۲۔ أوجز المسالک، کتاب الحج، ۳/ ۲۹۶۔

۴۳۔ شرح الزرقانی، کتاب الزکوۃ، ۲/ ۱۲۵۔

۴۴۔ أوجز المسالک، کتاب الزکوۃ، ۳/ ۱۳۵۔

۴۵۔ شرح الزرقانی، کتاب الجنائز، ۲/ ۶۵۔

۴۶۔ سورۃ الملک، ۶۷: ۲۔

۴۷۔ أوجز المسالک، کتاب الجنائز، ۲/ ۴۲۰۔

۴۸۔ شرح الزرقانی، کتاب الزکوۃ، ۲/ ۱۲۵۔

۴۹۔ أوجز المسالک، کتاب الزکوۃ، ۳/ ۱۳۵۔

۵۰۔ شرح الزرقانی، کتاب الصید، ۳/ ۱۱۵۔

۵۱۔ ایضاً، کتاب الفرائض، ۳/ ۱۳۵۔

۵۲۔ ایضاً، کتاب الرضاع، ۳/ ۳۰۷۔

۵۳۔ ایضاً، کتاب الجنائز، ۲/ ۶۵۔

۵۴۔ أوجز المسالک، کتاب الصید، ۴/ ۱۷۷۔

۵۵۔ ایضاً، کتاب الفرائض، ۵/ ۳۹۵۔

۵۶۔ ایضاً، کتاب العقیقۃ، ۴/ ۲۰۴۔

۵۷۔ ایضاً، کتاب الاشربۃ، ۶/ ۸۵، ۸۶۔

۵۸۔ سورۃ مریم، ۱۹: ۳۱۔

۵۹۔۔ أوجز المسالک، کتاب الزکوہ، ۳/ ۱۳۴۔

۶۰۔ ایضاً، کتاب الجنائز، ۲/ ۴۲۰۔۴۲۱۔

۶۱۔ ایضاً، کتاب النذور والایمان، ۴/ ۱۱۴ تا ۱۱۶۔

۶۲۔ ایضاً، کتاب الجنائز، ۲/ ۴۲۰۔

۶۳۔ ایضاً، کتاب الصیام، ۳/ ۱۔

۶۴۔ ایضاً، کتاب الحج، ۳/ ۲۹۵، ۲۹۶۔